میں پڑھا جانے والا اسلام ہو یا اس سے باہر کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک براہِ راست پہنچا دیا جاتا ہے اور اس کام کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو سلام کی تلاش میں گردش کرتے رہتے ہیں اور جہاں کوئی سلام کا عمل ملتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتے ہیں اس میں نہ وقت کی قید ہے نہ مقام کی، اور دلیل اسکی مسند احمد کی یہ روایت ہے:۔

حدثنا عبداللہ حدثنی أبی ثنا وکیع وعبدالرحمن قالا ثنا سفیان عن عبداللہ بن السائب عن زاذان عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وکیع ان للہ فی الارض ملائکۃ سیاحین یبلغونی من أمتی السلام

(فوٹو: روایت صفحہ ۴۴۱ المجلد ۱ مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: ۔۔زاذان عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور میری اُمت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔(یہ امام احمد کے استاد وکیع کے الفاظ ہیں)۔

(ترجمہ روایت صفحہ ۴۴۱ جلد ۱ مسند احمد بن حنبل ، نسائی صفحہ ۱۴۳ جلد ۱)

یہ روایت بھی شیعہ زاذان کی اپنے مخصوص عقیدہ کا اظہار ہے کہ شیعہ مومنوں کے اعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم، علیؓ اور ائمہ معصومین پر پیش ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے ہزاروں شاگردوں میں سے زاذان کے علاوہ کوئی ایک بھی اس روایت کو بیان نہیں کرتا۔ اس طرح سے زاذان ثابت کر دیتا ہے کہ محدثین کا یہ اُصول کہ دوسری روایتوں کا صادق اللہجہ راوی بھی اگر کوئی ایسی روایت لائے جو اُس کے اپنے مخصوص بدعتی عقیدہ کی تائید کرنے والی ہو تو اِس کی یہ روایت رد کر دی جائے گی بالکل صحیح ہے۔

وإن روى مايقوّى بدعتهٗ فيُردّ على المذهب المختار (نخبۃ الفکر صفحہ ۷۳)

ترجمہ: اور ایسا راوی جو حدیث میں اپنے فاسد عقیدہ کی تائید میں روایت لائے تو اُس کی یہ روایت رد کر دی جائے گی اور صحیح مذہب برقرار رکھا جائے گا۔

اس سے پہلے روح کے مردہ جسم میں لوٹائے جانے اور مردہ کے قبر میں زندہ ہو جانے کا بیان اسی زاذان راوی کی کرشمہ کاری تھی۔ اسی طرح یہ روایت بھی جو براہ راست سلام کے اعمال پہنچنے کی جگہ اللہ تعالیٰ کے بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بتاتی ہے اور قرآن اور صحیح حدیث بخاری کی کھلی مخالفت کرتی ہے۔ امام بخاری کی گذری ہوئی تشہد کی روایت نے یہ ثابت کیا ہے کہ سلام کی دُعا اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا نفع زمین اور آسمان کے ہر صالح بندے تک پہنچا دیتا ہے۔ زاذان نے اس طریقہ سے قرآن کریم کا یہ کُلیہ بھی ختم کر دیا کہ دنیا والوں اور مرنے والوں کے درمیان قیامت تک کے لئے ایک آڑ ہے اور وہ اُن کی

دُعاؤں سے بے خبر ہیں۔ یہ روایت یہ بھی کہتی ہے کہ ایک وقت میں لاکھوں اور کروڑوں سلاموں کو سننا اور سمجھنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتے ہیں۔

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ (المومنون، آیت ۱۰۰)

ترجمہ: سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ (آڑ) حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک (المومنون ۱۰۰)

وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۵﴾ (احقاف، آیت ۵)

ترجمہ: اور وہ انکی دُعاؤں سے غافل ہیں (احقاف، آیت ۵)

کیا حسن اتفاق ہے کہ اس سے پہلے گذری ہوئی روایت کی طرح اس روایت کی تائید بھی شریعت جعفریہ کی معتمد علیہ کتاب ''کافی کلینی'' کرتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

☆(عرض الاعمال على النبى صلى الله عليه و آله وسلم و الائمة عليهم السلام)☆

١ ــ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن الحسين بن سعيد ، عن القاسم بن محمّد ، عن علي بن أبي حمزة ، عن أبي بصير ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : تعرض الأعمال على رسول الله صلى الله عليه وآله أعمال العباد[٣] كلّ صباح أبرارها وفجارها فاحذروها ، وهو قول الله تعالى : « اعملوا فسيرى الله عملكم و رسوله[٤] » وسكت .

(فوٹو: صفحہ ۲۱۹ کتاب الحجۃ الکافی للکلینی المجلد ا)

ترجمہ: (اعمال کا پیش کیا جانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام پر)۔۔۔ابوبصیر کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ علیہ السلام (امام جعفر صادق) نے ارشاد فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بندوں کے اعمال ہر صبح پیش کئے جاتے ہیں۔ اچھے اعمال بھی اور برے بھی۔ پس محتاط رہو۔ اس کے ثبوت میں امام اللہ تعالیٰ کے اس قول کے شروع کا یہ حصہ پیش فرما کر۔۔۔اعملوا فیسری اللہ عملکم ورسولہ۔۔۔خاموش ہوگئے۔

(ترجمہ: روایت صفحہ ۲۱۹ کتاب الحجۃ کافی کلینی جلد ا)

اس روایت پر حاشیہ لکھنے والے صاحب نے اِس خاموشی کی یہ وجہ بتائی کہ سورۃ توبہ کی اس آیت نمبر ۱۰۶ کے بعد کا فقرہ ''والمؤمنون'' اس لئے نہیں پڑھا کہ اس زمانہ میں ائمہ پر اعمال کے پیش کئے جانے کے عقیدہ کا اظہار وقت کے تقاضوں کے خلاف تھا۔

دُوسری روایت

٤ــ عليّ ، عن أبيه ، عن القاسم بن محمّد ، عن الزيّات ، عن عبدالله بن أبان الزيّات وكان مكيناً عند الرضا عليه السلام قال : قلت للرضا عليه السلام : ادع الله لي ولأهل بيتي فقال: أولست أفعل ؟ و الله إنّ أعمالكم لتعرض عليّ في كلّ يوم و ليلة؛

(فوٹو صفحہ ۲۱۹ الکافی للکلینی، کتاب الحجۃ، المجلد ا)

ترجمہ:۔۔۔عبداللہ بن اَبان الزیات جوامام الرضا کے پاس ٹھیرے ہوئے تھے کہتے ہیں کہ میں نے امام سے عرض کیا کہ اللہ سے میرے حق میں اور میرے گھر والوں کے حق میں دُعا فرمائیے۔ارشاد فرمایا کہ کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ میں ایسا نہیں کرتا۔خدا کی قسم تمہارے اعمال مجھ پر صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں

(ترجمہ: روایت صفحہ ۲۱۹ کتاب الحجۃ جلد ا۔کافی کلینی)

اذان نے اِس روایت کولا کر صرف یہی نہیں کیا کہ دُعا کا رُخ اللہ تعالیٰ کے بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دیا بلکہ آگے بڑھ کر اُس نے یہ بھی بتا دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعمال فوراً بغیر کسی تاخیر کے پیش کر دیئے جاتے ہیں چاہے اللہ تعالیٰ کے سامنے صرف پیر اور جمعرات کے دن پیش کئے جاتے ہوں۔ مسلم کی یہ روایت آپ کے سامنے ہے:

حدثنا ابن ابی عمر نا سفیان عن مسلم بن ابی مریم عن ابی صالح سمع ابا ہریرۃ رفعہ مرۃ قال تعرض الاعمال فی کل یوم خمیس واثنین فیغفر اللہ عز وجل فی ذلک الیوم لکل امرئ لا یشرک باللہ شیئا الا امرأ کانت بینہ وبین اخیہ شحناء فیقال ارکوا ھذین حتی یصطلحا ارکوا ھذین حتی یصطلحا (فوٹو)

ترجمہ:۔۔۔ابوصالح کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو ایک بار یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اعمال ہر جمعرات اور پیر کو پیش کئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اعمال پیش کئے جانے کے دن ہر اُس شخص کی مغفرت فرما دیتا ہے جس نے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھیرایا ہو۔سوائے اُس شخص کے کہ اُس کے اور اُس کے بھائی کے درمیان کوئی رنجش ہو۔اور دونوں کے لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے معاملہ کو مؤخر کر دو یہاں تک کہ وہ مصالحت کرلیں۔

(ترجمہ: مسلم صفحہ ۳۱۷ جلد ۲، مطبوعہ دہلی)

ی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات ثابت کرنے کے لئے ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد کی گذری ہوئی روایتوں کے بعد ایک روایت اور بھی پیش کی جاتی ہے جو یوں آئی ہے:

حدثنا عبداللہ حدثنی أبی ثنا عبداللہ بن یزید ثنا حیوۃ ثنا أبو صخر أن یزید بن عبداللہ بن قسیط أخبرہ عن أبی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من أحد یسلم علی الا ردّ اللہ عز وجل الیّ روحی حتی أرد علیہ السلام

(مسند احمد صفحہ ۵۲۷، المجلد ۲)

ترجمہ: عبداللہ نے اپنے والد احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن یزید سے سنا اور انہوں نے حیاۃ سے اور انہوں نے ابوصخر سے کہ عبداللہ بن قسیط نے اُنہیں ابو ہریرہؓ سے خبر پہنچائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی جب مجھ پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ عز وجل میری طرف میری رُوح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اُس کے سلام جواب دیتا ہوں۔

(ترجمہ: روایت مسند احمد بن حنبل صفحہ ۵۲۷ جلد ۲ وابوداؤد و نسائی وغیرہ)

عجیب بات ہے کہ یہ دلیل بھی وہی گروہ پیش کرتا ہے جو اس بات کا عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام لوگ وفات کے بعد قبر میں زندہ ہیں۔ جب یہ بات ہے تو سلام کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح لوٹائے جانے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

سچ ہے کہ بعض حالات کے زیراثر حافظہ سے بات نکل جایا کرتی ہے اور انسان کو اپنی تضاد بیانی احساس تک نہیں ہوتا۔

دوسری طرف بہت سے حضرات اس روایت کو پیش فرما کر کہتے ہیں کہ وقت کا کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں گذ کہ کوئی نہ کوئی دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام نہ پڑھ رہا ہو اس لئے آپؐ کی روح آپ کے جسم اطہر سے وابستہ رہ کر ایک حیاتِ مسلسل کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ بات یوں بھی نہیں بنتی کیونکہ پھر "رد" کا لفظ بے مع قرار پائے گا۔ آخر ایسی دلیل کا کوئی کیا جواب دے۔ ساتھ ساتھ یہ بات کہ دنیا میں ایک وقت میں ہزاروں لاکھوں انسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے رہتے ہیں ان سب سلاموں کا جواب دینا اللہ کے علاوہ کس اور کی طاقت سے تو باہر معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد ایک نظر اس روایت کی سند پر بھی ڈال لی جائے تو مناسب ہے۔ اس روایت کا ایک راو یزید بن عبداللہ قسیط ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ:۔

یزید بن عبداللہ بن قسیط | ابن حبان کہتے ہیں کہ ربما اخطاء (کبھی کبھی خطا کرتا ہے) امام مالک کہتے ہیں لیس هناک یعنی قوی نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب صفحہ ۳۴۲۔۳۴۳، جلد ۱۱) ابن حبان ایک جگہ لکھتے ہیں: کا ردیء الحفظ ۔ رڈی (خراب) حافظ کا مالک تھا۔ کتاب التاریخ فی مشاهیر التابعین. لابن حبان (صارم ص ۱۶۰) الجرح والتعدیل صفحہ ۲۷۴ ج ۴ ق ۲:۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ میرے باپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا لیس بقوی (مضبوط نہیں ہے) میزان الاعتدال صفحہ ۴۳۰ الجزء ۴۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ قوی نہیں ہے۔

یزید بن عبداللہ بن قسیط کے بعد اس کے شاگرد ابوصخر حُمید بن زیاد کا حال سنیئے:۔

(تہذیب التہذیب صفحہ ۴۱ جلد ۳) ابن ابی مریم عن یحییٰ ضعیف و کذاقال النسائی ابن ابی مریم کہتے ہیں یحییٰ اس کو ضعیف کہتے تھے اور اسی طرح النسائی)

میزان الاعتدال صفحہ ۶۱۲، الجزء الاوّل } ابن معین نے ضعیف کہا ہے۔
ابن عدی نے ضعیف کہا ہے۔

اور اس کے ساتھ ساتھ اس ابوہریرہؓ والی روایت میں ابوصخر حُمید بن زیاد کا تفرد بھی ہے۔

اب ایسی مجروح روایت پر جو عقیدہ بھی بنایا جائے بہر حال استوار نہیں ہو سکتا جبکہ اس امر میں اصحاب الحدیث کا اتفاق ہے کہ خبر واحد صحیح تک سے عمل تو ثابت ہو سکتا ہے، عقیدہ نہیں۔

ان روایتوں کے بعد جن کو پہلے امام احمد، پھر اُن کے دونوں شاگرد۔ ابوداؤد اور نسائی لائے ہیں چھ ۶ مشہور کتابوں سے باہر کی ایک روایت لا کر حیات اور سماع پر اصرار کیا جاتا ہے۔ روایت یوں ہے:۔

قال احمد بن ابراھیم بن ملحان حد ثنا العلاء بن عمر و حد ثنا محمد بن مروان عن الاعمش عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیًا من قبری اُبلغتہُ (رواہ عقیلی وقال لا اصل لہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو میری قبر کے قریب درود پڑھے تو میں سنتا ہوں، اور جو قبر سے دور مجھ پر درود پڑھے وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ امام عقیلی نے اس کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ بے اصل ہے۔

اس روایت میں محمد بن مروان صاحب الکلبی سدی صغیر کا تفرد ہے اور اس کے متعلق یہ فیصلہ ہے:۔

(کتاب الجرح والتعدیل، صفحہ ۸۶ ج ۴ قسم ۱): ابن معین نے کہا کہ ثقہ نہیں ہے۔ جریر نے کہا کذاب ہے۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں۔ ذاہب الحدیث اور متروک الحدیث ہے۔ اس کی روایات بالکل نہ لکھی جائیں۔

(تاریخ بغداد از خطیب بغدادی، صفحہ ۲۹۲۔ ۲۹۳، الجلد ۳):۔ ابن نمیر نے کہا کہ محمد بن مروان کسی لائق نہیں ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف، غیر ثقہ ہے۔ ابن شعیب الغازی کہتے ہیں کہ ہم سے امام بخاری نے کہا کہ محمد بن مروان الکوفی صاحب الکلبی کی حدیث بالکل نہ لکھی جائے۔ صالح بن محمد نے کہا کہ وہ ضعیف تھا اور حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ نسائی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے۔

(تہذیب التہذیب) صفحہ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ جلد ۹: جریر بن عبدالحمید کہتے ہیں کہ وہ کذاب تھا۔ ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ یعقوب بن سفیان نے کہا ضعیف اور غیر ثقہ ہے۔ صالح بن محمد کہتے ہیں کہ ضعیف تھا اور وضاع تھا (روایتیں گھڑا کرتا تھا) ابو حاتم نے اسے "ذاھب الحدیث" اور متروک کہا اور کہا کہ اس کی روایتیں نہ لکھی جائیں۔ ابن عدی نے ضعیف کہا۔ ساجی نے کہا کہ اس کی روایتیں نہ لکھی جائیں۔ عبداللہ بن نمیر نے کہا کہ وہ کذاب تھا۔

(میزان الاعتدال، الجزء الرابع صفحہ ۳۲۔ ۳۳): اس کو محدثین نے ترک کر دیا اور بعض نے اس پر کذب کا الزام لگایا۔ ابن معین کہتے ہیں کہ ثقہ نہیں ہے۔ بخاری نے کہا کہ اُس کی حدیثیں بالکل نہ لکھی جائیں۔

(خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال للخزرجی، صفحہ ۳۵۸):۔ جزرۃ کہتے ہیں کہ وہ حدیث بنایا کرتا تھا۔ اس جرح کے بعد

اس روایت کا اثبات حیات فی القبر اور سماع موتی کے لئے پیش کیا جانا کچھ مناسب نظر نہیں آتا۔ اِن روایتوں کے بعد حیات اور سماع موتی کا قائل گروہ امام بخاری کی حدیثوں کو استدلال کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اُن کی پہلی حدیث قلیب بدر کی یہ حدیث ہے۔

حدثنی عبد اللہ بن محمد سمع روح بن عبادۃ قال حدثنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ قال ذکر لنا انس مالک عن ابی طلحۃ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر یوم بدر باربعۃ وعشرین رجلا من صنادید قریش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبیث مخبث وکان اذا ظہر علی قوم اقام بالعرصۃ ثلث لیال فلما کان ببدر الیوم الثالث امر براحلتہ فشد علیہا رحلہا ثم مشی واتبعہ اصحابہ وقالوا ما نری ینطلق الا لبعض حاجتہ حتی قام علی شفۃ الرکی فجعل ینادیہم باسمائہم واسماء ابائہم یا فلان بن فلان ویا فلان بن فلان ایسرکم انکم اطعتم اللہ ورسولہ فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فہل وجدتم ما وعد ربکم حقا قال فقال عمر یا رسول اللہ ما تکلم من اجساد لا ارواح لہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منہم قال قتادۃ احیاہم اللہ حتی اسمعہم قولہ توبیخا وتصغیرا ونقمۃ وحسرۃ وندما (فوٹو)

ترجمہ:۔۔۔قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے انس بن مالکؓ نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ ابو طلحہؓ نے کہا کہ جنگ بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چوبیس ۲۴ سرداران قریش کی لاشوں کو کنویں میں پھینک دیئے جانے کا حکم دیا اور وہ بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے کنویں میں پھینک دی گئیں۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ جب آپ کسی قوم پر غالب آجاتے تھے تو وہاں تین دن قیام فرماتے تھے پس جب بدر کے مقام پر تیسرا دن آیا تو آپ نے حکم دیا اور آپ کی اُونٹنی پر کجاوہ کس دیا گیا۔ پھر آپ پیدل روانہ ہوئے اور آپ کے اصحاب آپ کے ساتھ ساتھ چلے اور انہوں نے کہا کہ ہمارا خیال یہ تھا کہ آپ اپنی کسی ضرورت کے لئے جا رہے ہیں یہاں تک کہ آپ اس کنویں کے کنارے کھڑے ہوگئے اور اُن مشرکوں کو اُن کے اور اُن کے باپوں کے نام سے آواز دینے لگے کہ اے فلاں ابن فلاں، اے فلاں ابن فلاں کیا تم کو یہ بہتر نہیں معلوم ہوتا کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا وہ ہم نے سچا پایا۔ کیا تم نے بھی وہ وعدہ سچا پایا جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا۔ ابو طلحہؓ نے کہا کہ اس وقت عمرؓ نے عرض کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جسدِ بے رُوح سے کب خطاب کیا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میری بات کے تم اُن سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ قتادہ (اس روایت کے راوی۔ انسؓ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اِن مقتولین کو زندگی بخش دی تاکہ وہ نبی کا کلام سُن سکیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ان کے لئے ذلت وخواری، حسرت وندامت کا باعث بنے۔

(ترجمہ: بخاری مطبوعہ دہلی صفحہ ۵۶۶ ، جلد ۲)

اس طرح بخاری نے اس حدیث میں قتادہ کی بات ساتھ لا کر یہ بات بتادی کہ یہ سننا اور سنانا نبی کا معجزہ تھا معمول نہیں ہے۔ اس کے بعد بخاری عائشہؓ کی حدیث لا کر ثابت کرتے ہیں کہ یہاں سماع سے ''علم'' مراد ہے، سننا نہیں۔

حدثنی عثمن حدثنا عبدۃ عن ھشام عن ابیہ عن ابن عمر قال وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قلیب بدر فقال ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا ثم قال انھم الاٰن یسمعون ما اقول لھم فذکر لعائشۃ فقالت انما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھم الاٰن لیعلمون ان الذی کنت اقول لھم ھو الحق ثم قرأت انک لا تسمع الموتیٰ حتی قرأت الاٰیۃ (فوٹو)

(ترجمہ)۔۔۔ہشام اپنے والد عروۃ بن الزبیر سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلیب بدر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم نے (اے کافرو!) اپنے رب کا کیا ہوا وعدہ سچا پایا، پھر نبی نے فرمایا کہ **اِس وقت میں جو کہہ رہا ہوں وہ اُس کو سنتے ہیں**۔ جب ابن عمرؓ کے اس قول کا ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ کہا تھا کہ اُن لوگوں کو اس وقت علم ہو گیا ہے کہ میں جو اُن سے کہا کرتا تھا حق تھا۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بات کی شہادت میں یہ آیت پڑھی۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ (النمل ۸۰) آخر تک پڑھی (یعنی تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ اُن بہروں کو سنا سکتے ہو جو پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہوں۔

(ترجمہ حدیث صفحہ ۵۶۷، بخاری طبع دہلی جلد ۲)

بخاری نے قلیب بدر کے واقعہ کی مختلف حدیثیں لا کر ثابت کیا کہ اس واقعہ میں سماع سے عبداللہ بن عمرؓ نے سننا مراد لیا ہے اور ان کا کہنا یہ تھا کہ قلیب بدر کے مقتولین نے **اُس وقت** سنا اور یہ سننا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا اور عائشہ رضی اللہ عنہا یہاں سننے سے ''علم'' مراد لیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اسمعُ (زیادہ سننے والے) سے مراد ''اَعلمُ'' ہے (زیادہ جاننے والے ہیں) اور اس کی تائید انہوں نے قرآن سے کی۔

معلوم ہوا کہ اس واقعہ میں جو اختلاف ہے وہ خاص قلیب بدر کے واقعہ میں ہے کسی اور کی حیات اور سماع میں نہیں اور عائشہؓ جہاں بھی ابن عمرؓ کی بات سے اختلاف کرتی ہیں اِسی قلیب بدر کے واقعہ کا ذکر کرتی ہیں دوسرے مردوں کے سننے کے بارے میں نہیں۔ اور ابن عمرؓ کو مرنے والوں کی حیات اور سماع کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے اختلاف ہو کیسے سکتا تھا جب ان کے سامنے وفاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر اُن کے والد عمرؓ بن خطاب اور عائشہؓ کے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے درمیان حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اختلاف کے بعد سارے صحابہؓ کا اجماع ہو گیا تھا اور سب نے مان لیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے اب وہ اس دنیا میں زندہ نہ ہوں گے۔

حدثنا اسمعیل بن عبد اللہ ثنی سلیمن بن بلال عن هشام بن عروة قال اخبرنی عروة بن الزبیر عن عائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ مات وابوبکر بالسنح قال اسمعیل یعنی بالعالیة فقام عمر یقول واللہ مامات رسول اللہ صلی اللہ قالت وقال عمر واللہ ماکان یقع فی نفسی الا ذاک ولیبعثنه اللہ فلیقطعن ایدی رجال وارجلهم فجاء ابوبکر فکشف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ فقبله فقال بابی انت وامی طبت حیا ومیتا والذی نفسی بیده لایذیقک اللہ الموتتین ابدا ثم خرج فقال ایها الحالف علی رسلک فلما تکلم ابوبکر جلس عمر

قال الزهری وحدثنی ابوسلمة عن عبد اللہ بن عباس ان ابابکر خرج وعمر یکلم الناس فقال اجلس یا عمر فابی عمر ان یجلس فاقبل الناس الیه وترکوا عمر فقال ابوبکر اما بعد من کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لایموت قال اللہ تعالی وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل الی الشاکرین وقال واللہ لکان الناس لم یعلموا ان اللہ انزل هذه الایة حتی تلاها ابوبکر فتلقاها منه الناس کلهم فما اسمع بشرا من الناس الا یتلوها فاخبرنی سعید بن المسیب ان عمر قال واللہ ماهو الا ان سمعت ابابکر تلاها فعقرت حتی ما تقلنی رجلای وحتی اهویت الی الارض حین سمعته تلاها ان النبی صلی اللہ علیہ قد مات (فوٹو)

(ترجمہ:) ہشام کہتے ہیں کہ مجھ سے عروۃ بن الزبیر نے کہا اور اُنہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس وقت ہوئی جب ابوبکرؓ السنح کے مقام پر تھے۔ اسماعیل راوی کہتے ہیں یعنی عالیہ میں۔ اس وقت عمرؓ کھڑے ہوئے اور یہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم میرے ذہن میں یہی بات آئی۔ اور عمرؓ نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پھر ضرور زندہ کرے گا اور آپ لوگوں کے (منافقوں کے جو خوشیاں منا رہے تھے) ہاتھ اور پیر ضرور کاٹ ڈالیں گے۔ پھر ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چادر ہٹائی اور آپؐ کے چہرہ کو بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، زندگی اور موت دونوں میں آپ پاکیزہ رہے۔ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ آپ کو دو موتوں کا مزہ نہ چکھائے گا، پھر وہ باہر نکل گئے اور عمرؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے قسم کھانے والے اتنی تیزی نہ کر۔ جب ابوبکرؓ نے لوگوں سے بات کرنا شروع کی تو عمرؓ بیٹھ گئے۔

۔۔۔۔ الزہری کہتے ہیں کہ ابوسلمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ جب ابوبکرؓ باہر نکلے اور عمرؓ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ عمر بیٹھ جاؤ لیکن عمرؓ نہ بیٹھے۔ اب لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور عمرؓ کو چھوڑ دیا۔ حمد وثنا کے بعد ابوبکرؓ نے کہا کہ سُن رکھو کہ تم میں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی کرتا تھا اُسے معلوم ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا گئے، اور جو اللہ کا پجاری تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اُسے موت نہیں۔ پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْــًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

(آل عمران، آیہ ۱۴۴)

یعنی محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر گئے ہیں پس کیا اگر یہ مرجائیں یا شہید کردیئے جائیں تو تم اُلٹے پیروں پھر جاؤ گے، اور جو اُلٹے پیروں پھر جائے وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے شکرگزار بندوں کو جزا دے کے رہے گا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا لوگ اس آیت کے متعلق یہ جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پہلے نازل کرچکا ہے یہاں تک کہ ابوبکرؓ نے اس کی تلاوت کی اور تب سارے لوگوں نے ابوبکرؓ سے سن کر اس کو سیکھا اُس کے بعد جس شخص نے بھی اس آیت کو سنا اس کی تلاوت کرنے لگا۔ الزہری کہتے ہیں کہ سعید بن المسیّب نے مجھے بتلایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ جس دم میں نے ابوبکرؓ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا میں گھٹنوں کے بل گر پڑا۔ اور ایسا بے دم ہوا کہ میرے پاؤں مجھے سہار نہ سکے یہاں تک کہ میں زمین کی طرف جھک پڑا جس وقت مجھے یہ یقین ہوگیا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے۔

(ترجمہ عبارت صفحہ ۵۱۷ جلد ۱ و صفحہ ۶۴۰ جلد ۲، بخاری مطبوعہ دہلی)

بخاری کی اس حدیث پر غور کیجئے اور دیکھئے کہ کتنی باتیں اس سے صاف ہوگئیں۔ ابوبکرؓ کا یہ کہنا کہ ایک موت جو آپ کے لئے مقدر تھی وہ آچکی اب دوسری موت کا آپؐ مزہ نہ چکھیں گے۔ یعنی آپؐ قبر میں زندہ کئے جائیں، اور قیامت کے دن پھر موت آئے یہ اب نہ ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں پھر زندہ ہوجائیں گے اس کا مکمل ردعمل ہوگیا۔ ورنہ ابوبکرؓ کے لئے یہ کہنا کیا مشکل تھا کہ عمر اس طرح بیقرار نہ ہو تھوڑی دیر کی تو بات ہے چند گھنٹوں کے بعد قبر میں دفن ہوتے ہی نبیؐ پھر زندہ ہوجائیں گے اور عمرؓ بھی اس طرح بیدم ہوکر گر گر نہ پڑتے۔ اس خطبہ کے بعد سارے صحابہؓ نے اس بات کو مان لیا اور اس طرح سب سے پہلا اور سب سے عظیم اجماع صحابہؓ اس ایک مسئلہ پر اس وقت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میت ابھی دفن بھی نہ ہوئی تھی۔ تاریخ میں ایسا اجماع صحابہؓ کسی اور مسئلہ پر موجود نہیں ہے۔ یہی وہ عظیم مسئلہ ہے جس کو سب سے پہلے مالک کائنات نے عمر رضی اللہ عنہ کی ذات کو شدید ترین آزمائش میں ڈال کر ہمیشہ کے لئے صاف کردیا کہ جس کو بھی موت آجائے وہ اس دنیا میں پھر زندہ نہیں ہوسکتا اور اس طرح قیامت تک کے لئے اس ذریعہ کو بند کردیا جو ہمیشہ سے ظلم عظیم کی اصل بنا رہا ہے یعنی مرنے والے مرے نہیں ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چاہے قلیب بدر کے موقع پر موجود نہ ہوں مگر یہ پورا واقعہ تو اُن کی آنکھوں کے سامنے گذرا تھا انہوں نے تو خود مشاہدہ کیا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے بعد سارے صحابہؓ اس بات کے قائل ہوگئے تھے کہ نبی صلی

اللہ علیہ وسلم بھی وفات پا گئے۔ نہ اِس وقت (تدفین سے پہلے) زندہ ہیں اور نہ تدفین کے بعد قبر میں زندہ ہو جائیں گے۔اس کے باوجود یہ کہنا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر مردہ کے سماع کا عقیدہ رکھتے تھے اور چونکہ سماع کے لئے حیات لازم ہے اس لئے وہ قبر میں حیات کے قائل تھے۔انصاف کی بات نہیں ہے۔اصل بات وہی ہے جو بخاری نے قلیب بدر کی حدیثیں لاکر ثابت کی ہے یعنی قلیب بدر کے معاملہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن عمرؓ کی رائے میں صرف یہ اختلاف ہے کہ عائشہؓ کہتی ہیں کہ قلیب بدر کے مشرکوں کے متعلق اَسمعُ (زیادہ سننے والے) کہنے سے مراد "علم" ہے یعنی ان مشرکوں نے اب کہ اُن پر عذاب کا دَور گذر رہا ہے یقینی طور پر جان لیا اور عبداللہ بن عمرؓ کا کہنا یہ تھا اَسمعُ سے سننا ہی مراد ہے مگر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا تا کہ مشرکین اور زیادہ ذلیل اور حسرت زدہ ہوں اور ظاہر ہے کہ معجزہ وہی ہوا کرتا ہے جو معمول نہ ہو۔سارے مردے قبر میں سنتے ہیں یہ ان کی مراد نہ تھی۔بخاری نے قتادہ کی تشریح لاکر یہی بات اور واضح کر دی اور بتا دیا کہ "اَسمعُ" کے معنی میں ان دو باتوں کے علاوہ کوئی تیسری بات نہیں ہو سکتی۔اور یہ بھی بتا دیا کہ یہی اُن کا عقیدہ ہے۔

آخر میں قبر میں حیات وسماع کا قائل گروہ اپنے عقیدہ کی تائید میں بخاری کی (قرع النعال) جوتوں کی چاپ سننے والی حدیث پیش کرتا ہے جو یوں ہے:۔

٦٧ ـ باب الميّتُ يَسمعُ خفق النّعالِ

١٣٣٨ ـ حدّثنا عَيّاشٌ حدّثنا عبدُ الأعلىٰ حدّثنا سعيدٌ قال . . وقال لي خليفةُ : حدّثنا ابنُ زُريعٍ حدثنا سعيدٌ عن قَتادةَ عن أنسٍ رضيَ اللّهُ عنهُ عنِ النبيِّ ﷺ قال « العبدُ إذا وُضِعَ في قبرِهِ وتُولّيَ وذَهَبَ أصحابهُ ـ حتى إنّهُ ليَسمَعُ قرعَ نعالِهم ـ أتاهُ ملكانِ فأقعداهُ ، فيقولانِ لهُ : ما كنتَ تقولُ في هٰذا الرَّجُلِ محمدٍ ﷺ ؟ فيقولُ : اشهَدُ أنّهُ عبدُ اللّهِ ورسولُه . فيُقالُ : انظرْ إلى مَقْعَدِكَ مِنَ النّارِ ، أبدَلَكَ اللّهُ بهِ مقعداً مِنَ الجنّةِ . قال النبيُّ ﷺ : فيراهُما جميعاً . وأمّا الكافِرُ ـ أوِ المنافق ـ فيقولُ : لا أدري ، كنتُ أقولُ ما يقولُ الناسُ . فيُقالُ : لا دَرَيْتَ ، ولا تَلَيْتَ . ثمّ يُضرَبُ بِمطرقةٍ مِن حَديدٍ ضَربةً بينَ أُذُنَيهِ ، فيَصيحُ صَيحةً يَسمعُها من يَليهِ إلّا الثّقلين »

قوله : (باب الميت يسمع خفق النعال) قال الزين بن المنير : جرد المصنف ما ضمنه هذه الترجمة ليجعله أول آداب الدفن من إلزام الوقار واجتناب اللغط وقرع الارض بشدة الوطء عليها كما يلزم ذلك مع الحي النائم ، وكأنه اقتطع ما هو من سماع الآدميين من سماع ما هو من الملائكة ،

(فوٹو: صفحہ ۲۰۵ـ۲۰۶ فتح الباری شرح البخاری المجلد ۳۔اور ابن حجر کی تشریح)

ترجمہ: **باب: مردہ جوتیوں کی چاپ سنتا ہے۔**

۔۔قتادہ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب قبر میں رکھ دیا گیا اور

اس کا معاملہ اختتام کو پہنچ گیا اور اُس کے ساتھی چلے گئے۔ یہاں تک کہ وہ یقینی طور پر اُن کی (فرشتوں کی) جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ کہ دو فرشتے آ جاتے ہیں اور اُس کو بٹھاتے ہیں اور وہ دونوں اُس سے کہتے ہیں کہ تو کیا کہتا تھا اس شخص محمد کے بارے میں؟ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔ اب اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنی جہنم کی بیٹھک کی طرف دیکھ۔ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے جنت کا یہ مقام عطا فرما دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر وہ دونوں جگہوں کو دیکھتا ہے، ولیکن کافر یا منافق کہتا ہے کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں تو وہی کہا کرتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ تو نے سچی بات نہ جانی اور نہ جاننے والوں کی پیروی کی۔ پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان فولادی ہتھوڑے سے ایسی ضرب لگائی جاتی ہے اور وہ ایسی چیخ مارتا ہے کہ انسانوں اور جنوں کے علاوہ ہر کوئی سنتا ہے۔

(ترجمہ: عبارت صفحہ ۱۷۸ صحیح بخاری مطبوعہ دہلی)

ابن حجر عسقلانی کی اس حدیث کی شرح کا ترجمہ

ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ بخاری کے اس باب باندھنے کہ (المیّت یسمعُ خفق النعال۔ یعنی مردہ جوتوں کی چاپ سنتا ہے) کے متعلق الزین بن المنیّر نے کہا کہ مصنف (بخاری) کے اس مضمون کے باب باندھنے سے ان کی مراد یہ ہے کہ اس طریقہ کو آدابِ دفن میں اوّلیت حاصل ہے کہ وقار برقرار رکھا جائے شور و شر سے اجتناب کیا جائے اور شدت کے ساتھ پیروں کو زمین پر نہ مارا جائے جیسے کہ ایک زندہ سونے والے کے لئے ہونا چاہیئے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ بخاری نے (نبیؐ کے الفاظ سے) یہ نکالا ہے کہ آدمیوں سے جیسا کچھ سنا جاتا ہے ویسا ہی فرشتوں سے بھی سنا جاتا ہے (یعنی اُن کے جوتوں کی آواز)

حدیث کی اس تشریح کو ابن حجر عسقلانی نے بخاری کی شرح فتح الباری میں سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔ الفاظِ حدیث بھی اس کی تائید کرتے ہیں کیونکہ دفن کرنے والے تو دفن کر کے جا چکے ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ وقت آ جاتا ہے کہ مردہ، فرشتوں کے جوتوں کی چاپ سنتا ہے (انسانوں کے جوتوں کی نہیں) الفاظ یہ ہیں:

العبد إذا وُضِعَ فی قبرِہٖ وتولّی وذَھب أصحابہُ۔ حتی إنّہٗ لَیَسمعُ قرعَ نعالِھم أتاہ مَلکانِ

(بندہ جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اُس کے ساتھی چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ البتہ سنتا ہے اُن کے جوتوں کی چاپ کہ دو فرشتے اُس کے پاس آ جاتے ہیں۔

بخاری حدیث کے ایسے واضح الفاظ کیسے نہ لاتے جب اُن کی لائی ہوئی قلیب بدر اور وفات النبیؐ کی حدیثیں اس بات کی کھلی دلیلیں تھیں کہ نہ تو سماع موتی کا عقیدہ ہی صحیح ہے اور نہ حیات فی القبر کا۔ سوال و جواب عذاب و نعیم اس قبر کی نہیں بلکہ عالم برزخ کی چیز ہے جو انسان کی اصلی قبر ہے۔ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس

حدیث کے ذریعے انسانیت کے ایمان کا سخت ترین امتحان لیا ہے۔حدیث کی کتابوں کی ان روایتوں کے بعد قبر میں حیات اور سماع کو ثابت کرنیوالا گروہ اب ائمہ کے اقوال سے دلیل لاتا ہے اور کہتا ہے کہ امام احمد بن حنبل صرف یہی نہیں کہ حیات اور سماع موتی کے اثبات کے لئے روایات لائے ہیں بلکہ ان کا عقیدہ بھی یہی تھا۔ثبوت میں وہ امام احمد کی اپنی کتاب الصلوٰۃ کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں۔

امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبلؒ (المتوفی سنہ ۲۴۱ھ) اپنی کتاب الصلوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

والایمان بالحوض والشفاعۃ والایمان	حوض کوثر، شفاعت، منکر نکیر، عذاب قبر، ملک الموت
بمنکر ونکیر وعذاب القبر والایمان بملک الموت	کے ارواح کو قبض کرنے پھر ارواح کے قبروں میں
بقبض الارواح ثم ترد فی الاجساد فی القبور	جسموں کی طرف لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری
فیسألون عن الایمان والتوحید اھ	ہے اور اس پر بھی ایمان لانا لازم ہے کہ قبر میں ایمان و توحید
(کتاب الصلوٰۃ ص۳۵ طبع قاہرہ)	کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔

(فوٹو: صفحہ ۶۵ تسکین الصدور مصنفہ ابو زاہد سرفراز خان صفدر)

پھر کہتے ہیں کہ سماع اور حیات فی القبر کے اثبات کی روایتیں ان کے سارے بڑے بڑے شاگرد، امام ابوداؤد اور امام نسائی وغیرہ سب لائے ہیں۔صرف اُن کے دو شاگردوں، بخاری اور مسلم نے ایسا نہیں کیا۔اور یوں بھی یہ ایک فروعی مسئلہ ہے اور بخاری تو یہاں تک گئے ہیں کہ انہوں نے کسی حدیث کو بھی حدثنی یا اخبرنی احمد بن حنبل کہہ کر صحیح بخاری میں درج نہیں کیا۔ایک حدیث جس میں انہوں نے امام احمد کا ذکر کیا ہے وہ بھی مغازی کی تعداد کے بارے میں ہے لیکن وہاں بھی وہ اپنے اور امام احمد کے درمیان احمد بن الحسن کا واسطہ لائے ہیں اور دوسری معلق روایت جس کو کتاب اللباس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے بارے میں لا کر یہ کہا ہے کہ ''وقال ابو عبداللہ وزادنی احمد'' وہ بھی مشکوک ہے کیونکہ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ احمد۔احمد بن حنبل نہیں ہوسکتے کوئی اور احمد ہونگے۔کیونکہ مسند احمد میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔یہ حال ہے بخاری کا ان کی بات سے کیا ہوتا ہے۔ہاں کسی کے پاس فقہ کے کسی بڑے امام کا کوئی قول یا عمل ہو تو وہ اس کو پیش کرے اس کے جواب میں سماع اور حیات فی القبر کا انکاری علماء کا گروہ کہتا ہے کہ قرآن اور حدیث کے صاف اور صریح بیان کے بعد ہم کسی کے قول کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے مگر آپکے تقاضہ سے مجبور ہو کر کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا عقیدہ اور مسلک عدم سماع موتی اور عدم حیات فی القبر کا ہے۔ثبوت یہ ہے:۔

رای الامام ابو حنیفۃ من یأتی القبور لاھل الصلاح فیسلم ویخاطب ویتکلم ویقول

یااھل القبور ھل لکم من خبرٍ وھل عندکم من اثرٍانّی اتیتکم ونادیتکم من شھورٍ ولیس سوالی الاّالدعاءَ فھل دریتم ام غفلتم فسمع ابوحنیفة بقولٍ یخاطبه بھم. فقال ھل اجابوالکَ؟ قال لافقال له سحقاً لک وتربت یداک. کیف تُکلّمُ اجساداً لایَستطیعُون جواباً ولایملکون شیئًا ولایسمعون صوتاً وَقرءَ ومااَنت بمسمعٍ مّن فی القبور (غرائب فی تحقیق المذاھب)

ترجمہ:۔ امام ابوحنیفہ نے ایک شخص کو کچھ نیک لوگوں کی قبروں کے پاس آ کرسلام کر کے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے قبر والو! تم کو کچھ خبر بھی ہے اور کیا تم پر اس کا کچھ اثر بھی ہے کہ میں تمہارے پاس مہینوں سے آ رہا ہوں اور تم سے میرا سوال صرف یہ ہے کہ میرے حق میں دُعا کردو۔ بتاؤ! تمہیں میرے حال کی کچھ خبر بھی ہے یا تم بالکل غافل ہو۔ ابوحنیفہ نے اس کا یہ قول سن کر اس سے دریافت کیا کہ کیا قبر والوں نے کچھ جواب دیا؟ وہ بولا نہیں دیا۔ امام ابوحنیفہ نے یہ سن کر کہا کہ تجھ پر پھٹکار۔ تیرے دونوں ہاتھ گردآلود ہو جائیں تو ایسے جسموں سے کلام کرتا ہے۔ جو نہ جواب ہی دے سکتے ہیں اور نہ وہ کسی چیز کے مالک ہی ہیں اور نہ آواز ہی سن سکتے ہیں۔ پھر ابوحنیفہ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی وَمَآاَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ (فاطر ۲۲)

کہ اے نبی تم ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں کچھ نہیں سنا سکتے (غرائب فی تحقیق المذاھب و تفہیم المسائل صفحہ ۹۱ وصفحہ ۱۷۲ محمد بشیرالدین) اور حنفی فقہ کی ساری معتبر کتابوں میں بھی یہی لکھا ہوا ہے کہ مردے نہ سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں مثلاً **و کذٰلک الکلام والدّخول لانّ المقصود من الکلام الافھام والموت ینافیه** (ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۴۸۴)

یعنی اسی طرح اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں تم سے کلام نہ کروں گا یا یوں کہ میں تمہاری ملاقات اور زیارت کو نہ آؤں گا پھر مرجانے کے بعد اسکی لاش سے اس نے کلام کیا یا قبر کی زیارت کی تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ کلام سے مقصود سمجھانا ہوتا ہے اور موت اس سے روک دیتی ہے۔ (شامی جلد ۳ صفحہ ۱۸۰)

ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں بھی اسی طرح ہے

اذاحلف لایکلّمه اقتصرعلی الحیاۃ فلو کلّمه بعد الموت لایحنث لانّ المقصود منه الافھام والموت ینافیه لانه لاسمع ولالفیھم (فتح القدیر صفحہ ۱۰۰ ج ۴ سطر ۲)

یعنی اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں فلاں سے کلام نہیں کروں گا تو یہ زندگی کے ساتھ محدود ہے۔ پس اگر بعد موت (لاشہ سے) کلام کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی اس لئے کہ کلام سے مقصود سمجھانا ہوتا ہے اور موت اس سے روک دیتی ہے کیونکہ میت نہ سن سکتی ہے، نہ سمجھ سکتی ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۰۰ ج ۴ سطر ۲)

اسی طرح یہ علم کلام اور فقہ کا اصول ہے کہ **لَانزاعَ انّ المیّتَ لَایَسْمَعُ**

ترجمہ:۔اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ میت قوتِ سماع سے قطعی محروم ہے۔

(شرح المقاصد جلد ۲ صفحہ ۴۳، شرح المواقف جلد ۴ صفحہ ۱۶۳)

رہا اس بات کا شکوہ کہ بخاری نے امام احمد بن حنبل کے ساتھ مناسب رویہ کیوں اختیار نہیں کیا تو ہم اس بات میں اپنے آپ کو معذور پاتے ہیں یہ تو صرف امام بخاری کی ذمہ داری ہے اور وہی اس کیلئے جوابدہ ہیں لیکن اس بات کو ہم بہر حال ماننے پر تیار نہیں ہیں کہ سماع اور حیات فی القبر کا مسئلہ فروعی مسئلہ ہے، یہ تو ایسی عظیم، اصلی اور جوہری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو اس کے بیان سے بھر دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اُس نے دو سب سے بڑے ولیوں کے درمیان اِسی ایک مسئلہ پر اختلاف برپا کروا کے ہمیشہ کیلئے اس پر اجماع کروا دیا ہے کہ اللہ کے آخری نبیؐ بھی وفات کے بعد نہ تو دنیا میں زندہ ہیں اور نہ قیامت تک زندہ ہو سکیں گے اور یہی وہ ایک بات ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی شخصیت کو شدید ترین آزمائش میں ڈال کر اپنے اس محبوب بندہ کے خیال کو غلط ثابت کر دکھایا جسکی باتوں کی وہ ہمیشہ تائید کیا کرتا تھا۔اس ساری افہام وتفہیم کے بعد بھی معاملہ ختم نہیں ہوتا اور حیات وسماع کا اقراری گروہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر اور ابن حجر اور بعد کے سارے بڑے بڑے لوگوں کے اقوال پیش کر کے ان کا جواب مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے اس شخص کی بات نہ مانی جس نے معتصم کے زمانہ (۲۲۰ ہجری) میں کوڑے کھائے مگر خلق قرآن کے معاملہ میں اپنی بات پر جما رہا۔ اب اس شخص کی بات کا تمہارے پاس کیا جواب ہے جس نے اتحادیوں کے مسائل کے سلسلے میں زندگی کا بڑا حصہ زندان کی نذر کر دیا اور آخر کار اسی میں موت سے ہمکنار ہوا۔اپنی ہر تصنیف میں اس نے ان روایتوں کی توثیق کی ہے جن کو آج مجروح اور منکر قرار دیا جا رہا ہے اور پورے زور کے ساتھ اس نے ثابت کیا ہے کہ سماع اور حیات فی القبر کا عقیدہ بالکل صحیح ہے۔مثال کے طور پر:۔

وكذلك الأنبياء والصالحون ، وإن كانوا أحياء في قبورهم ، وإن قدر أنهم يدعون للأحياء وإن وردت به آثار فليس لأحد أن يطلب منهم ذلك ، ولم يفعل ذلك أحد من السلف ،

(فوٹو: صفحہ ۱۳۶ التوسل والوسیلۃ مصنفہ ابن تیمیہ، منشورات الکتب الاسلامی)

ترجمہ: اور اسی طرح (فرشتوں کی طرح) انبیاء اور صالحین کا معاملہ ہے ہر چند کہ وہ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور یہ بھی مقدر کر دیا گیا ہے کہ وہ زندوں کے لئے دُعائیں کریں اور اس بات کی تصدیق میں روایتیں بھی آئی ہیں مگر کسی کے لئے اس کی اجازت نہیں ہے کہ وہ اُن سے کچھ طلب بھی کرے۔اور سلف میں سے کسی ایک نے بھی ان سے کچھ طلب نہیں کیا۔ (صفحہ ۱۳۶ التوسل والوسیلۃ، مصنفہ ابن تیمیہ)

فأما استماع الميت الأصوات من القراءة وغيرها : فحق ، لكن الميت مابقى يثاب بعد الموت على عمل يعمله هو بعد الموت من استماع أو غيره . وإنما ينعم أو يعذب بما كان قد عمله فى حياته هو ، أو بما يعمل غيره بعد الموت من أثره ، أو بما يعامل به . كما قد اختلف فى تعذيبه بالنياحة عليه . وكما ينعم بما يهدى إليه. وكما ينعم بالدعاء له ، وإهداء العبادات المالية بالاجماع . وكذلك قد ذكر طائفة من العلماء من أصحاب أحمد وغيرهم ، ونقلوه عن أحمد ، وذكروا فيه آثارا « أن الميت يتألم بما يفعل عنده من المعاصى » فقد يقال أيضاً : إنه يتنعم بما يسمعه من القراءة وذكر الله .

(فوٹو: صفحہ ۳۷۹ اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ)

ترجمہ: پس مردہ کا قرآن کی قرأت اور دوسری آوازوں کا سننا تو بالکل حق ہے لیکن مردہ کو موت کے بعد اس قرآن کی قرأت وغیرہ سننے کا ثواب نہیں ملتا اس کو تو انعام اور عذاب صرف اس عمل کا ملتا ہے جس کو اُس نے خود اپنی زندگی میں کیا تھا۔۔۔ اور اسی طرح امام احمد بن حنبل کے مسلک اور دوسرے مسلکوں کے علماء کے ایک گروہ نے کہا ہے اور انہوں نے اس بات کی تائید میں روایتیں بیان کی ہیں کہ مردہ کو تکلیف پہنچتی ہے اگر اُس کے پاس گناہ کی باتیں کی جائیں اور اگر وہ قرآن کی قرأت سنے یا اس کے پاس اللہ کا ذکر کیا جائے تو خوش ہوتا ہے۔

(ترجمہ عبارت صفحہ ۳۷۹ اقتضاء الصراط المستقیم۔ مصنفہ ابن تیمیہ)

اور

ولا يدخل فى هذا الباب ماروى من : أن قوما سمعوا رد السلام من قبر النبى صلى الله عليه وسلم أو قبور غيره من الصالحين . وأن سعيد بن المسيب كان « يسمع الأذان من القبر ليالى الحَرَّة » ونحو ذلك .

فهذا كله حق ليس مما نحن فيه

(فوٹو صفحہ ۳۷۳ اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ)

ترجمہ: اس باب میں (کہ سلف میں سے کسی نے قبر کے پاس دُعا کرنے کی اجازت نہیں دی ہے) یہ بات داخل نہیں ہے کہ ایک گروہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صالحین کی قبروں سے سلام کا جواب سنا ہے اور یہ کہ سعید بن المسیّب ''الحرۃ'' کے واقعہ کی راتوں میں قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان کی آواز سنا کرتے تھے اور اسی طرح کے دوسرے واقعات بھی ہیں تو ہر چند کہ یہ باتیں حق ہیں لیکن یہاں ہم یہ بیان نہیں کر رہے ہیں۔

(ترجمہ: عبارت صفحہ ۳۷۳ اقتضاء الصراط المستقیم مصنفہ ابن تیمیہ)

وأما سؤال السائل هل يتكلم الميت فى قبره فجوابه أنه يتكلم وقد يسمع أيضا من كلمه كما ثبت فى الصحيح عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال (إنهم يسمعون قرع نعالهم)

(فوٹو: صفحہ ۱۸۴، فتاویٰ ابن تیمیہ المجلد ۲ (القدیم)

(ترجمہ: اور سائل کا یہ سوال کہ کیا مردہ قبر میں کلام بھی کرتا ہے تو جواب یہ ہے کہ ہاں وہ کلام کرتا ہے اور اسی طرح سنتا بھی ہے جب اس سے کوئی دوسرا کلام کرے جیسے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردے جوتوں کی چاپ بھی سنتے ہیں۔ (ترجمہ: عبارت صفحہ ۱۸۴ فتاویٰ ابن تیمیہ)

پھر:-

واستفاضت الآثار بمعرفة الميت اهله	مشہور اور مستفیض احادیث سے یہ ثابت
باحوال اهله واصحابه في الدنيا	ہے کہ مردہ اپنے اہل وعیال اور دوستوں کے
وان ذلك يعرض عليه وجاءت	احوال کو جانتا ہے جو ان کو دنیا میں پیش آتے
الآثار بانه يرى ايضا وبانه يدرى	ہیں اور یہ حالات اس پر پیش کئے جاتے ہیں
بما يفعل عنده فيسر بما كان	اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ دیکھتا
حسنا ويتألم بما كان قبيحا اه	بھی ہے۔ اور جو کچھ اس کے پاس کیا جاتا ہے
(فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۴۶ و ص ۲۴۷)	اس کو جانتا بھی ہے۔ اگر وہ کارروائی اچھی
	ہو تو اس سے وہ خوش ہوتا ہے اور اگر وہ
	بُری ہو تو اس کو اس سے رنج پہنچتا ہے۔

(فوٹو: صفحہ ۲۸ سماع الموتیٰ، مصنفہ صفدر صاحب)

ان ساری باتوں کے جواب میں قبر کے اندر زندگی کا انکار کرنے والا علماء کا گروہ کہتا ہے کہ یہ ساری باتیں وہی تو ہیں جن کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے صرف اس آخری فتویٰ میں دو باتیں نئی ہیں جن کا جواب ضروری ہے۔ پہلی بات یہ کہ مردہ اپنے زندہ عزیزوں اور دوستوں کے حالات سے باخبر رہتا ہے اور ان کے اعمال اس پر پیش کئے جاتے ہیں تو اس کے متعلق صرف یہ کہنا ہے کہ اس عقیدہ کیلئے آپ حضرات نے مسند احمد کی ایک ایسی روایت پر اعتماد کیا ہے جس میں مجہول راوی تک موجود ہے۔

حدثنا عبدالله حدثني أبي ثنا عبد الرزاق ثنا سفيان عمن سمع أنس بن مالك يقول قال النبي صلى الله عليه وسلم ان أعمالكم تعرض على أقاربكم وعشائركم من الاموات فان كان خيرا استبشروا به وان كان غير ذلك قالوا اللهم لا تمتهم حتى تهديهم كما هديتنا

(فوٹو: صفحہ ۱۶۴-۱۶۵، مسند احمد المجلد ۳)

ترجمہ:-- سفیان نے اُس شخص سے روایت کی جس نے انس بن مالکؓ سے سنا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تمہارے اعمال تمہارے وفات شدہ عزیز و اقارب پر پیش کئے جاتے ہیں اگر وہ اعمال اچھے ہوتے ہیں تو یہ وفات پائے ہوئے لوگ خوش ہوتے ہیں اور اگر ایسے نہیں ہوتے تو دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اُنہیں ہدایت عطا کئے بغیر موت سے ہمکنار نہ کرنا جیسے تو نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔ (ترجمہ: روایت مسند احمد بن حنبل صفحہ ۱۶۴ و ۱۶۵، جلد ۳)

اس روایت کے سلسلے میں قرآن اور حدیث کے ارشادات اور اس روایت کی حیثیت دنیا کے سامنے ہے یہ ایسی روایت ہے جس میں یہ تک نہیں بتایا گیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سننے والا کون ہے۔

اس کے بعد اپنی حمایت میں یہ حضرات تفسیر ابن کثیر کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:۔

وهذا باب فيه آثار كثيرة عن الصحابة ، وكان بعض الأنصار من أقارب عبد الله بن رواحة يقول : اللهم إني أعوذ بك من عمل أخزى به عند عبد الله بن رواحة ، كان يقول ذلك بعد أن استشهد عبد الله

(فوٹو: صفحہ ۴۳۹ المجلد ۳ تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ: اور اس باب میں (مردوں پر زندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں) صحابہؓ کے بہت سے آثار ہیں مثلاً عبداللہ بن رواحہؓ (شہید موتہ ۸ھ) کے بعض انصاری عزیز دار دعا کرتے تھے کہ اے اللہ میں تجھ سے ایسے عمل سے جو مجھے عبداللہ بن رواحہ کے پاس شرمندہ کرے پناہ مانگتا ہوں، اور یہ اس وقت کی دُعا ہے جب عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہو چکے تھے۔

ابن تیمیہ کی پیش کردہ مردہ کے اپنی زیارت کو آنے والے کو پہچاننے کی اس روایت میں دوسری بات یہ بھی ہے کہ وہ سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ اس کے لئے ابن تیمیہ اور ابن قیم کے پاس یہ دلیل ہے:

من حديث ابن عباس رضی اللہ	حضرت عبداللہ رضؓ بن عباس رضؓ سے روایت
تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ	ہے، وہ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ما من	روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص بھی
رجل یمر بقبر اخیہ المؤمن	اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا
کان یعرفہ فیسلّم علیہ الّا	ہے جس کو وہ دُنیا میں پہچانتا تھا۔ وہ جب بھی
عرفہ وردّ علیہ السلام اھ	اسے سلام کہتا ہے تو وُہ اس کو پہچان لیتا
(کتاب الروح ص ۱۳ والجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۵۱)	ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(فوٹو: صفحہ ۱۹۸، سماع الموتیٰ۔ مصنفہ سرفراز صفدر صاحب)

جواب دینے والے اس روایت کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر اس روایت کو دلیل بنایا جاتا ہے تو اہل علم کے معروف طریقہ پر اس کی پوری سند کو کیوں پیش نہیں کیا جاتا اور صرف یہ بات کہہ دی جاتی ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے ابن عبدالبر نے اس کی تصحیح کی ہے اور اصرار کیا جاتا ہے تو جواب ملتا ہے کہ ابن عبدالبر تک اس کی پوری سند چاہتے ہو تو ان کی موطا کی شروح "الاستذکار اور التمهید" کو دیکھو۔ درانحالیکہ یہ ایسی شرحیں ہیں جو کوشش

کرنے کے بعد بھی دستیاب نہیں ہوتیں ـــــ مزید براں حافظ ابن رجب نے کہا ہے کہ یہ روایت ہر چند کہ ابن عبدالبر اور عبدالحق اشبیلی نے اس کی تصحیح کی ہے، ضعیف ہی نہیں بلکہ منکر روایت ہے۔

وقيل في حديث ابن عبد البر: ان عبد الحق وان قال إسناده صحيح إلا أن الحافظ ابن رجب تعقبه وقال: انه ضعيف بل منكر

(فوٹو: روح المعانی صفحہ ۵۷ المجلد ۲۱)

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ ابن عبدالبر کی حدیث حالانکہ عبدالحق (اشبیلی) نے اس کی تصحیح کی ہے مگر حافظ ابن رجب نے تعقب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہی نہیں بلکہ منکر روایت ہے۔

(ترجمہ: عبارت روح المعانی صفحہ ۵۷ جلد ۲۱۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ایک طرف اس بے سند روایت کا یہ حال ہے، اور دوسری طرف اس کی تائید میں ابوہریرۃؓ اور عائشہؓ سے منسوب جو روایتیں امام ابن قیم وغیرہ نے پیش کی ہیں اُن کی پوری سند بیان کردی ہے، حالانکہ ان روایتوں میں ضعفاء، متروکین، لیس بشیٔ، منکر الحدیث، کذاب اور وضّاع کی بھرمار ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ یہ روایت بیان کرتی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے اس مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گذرے جس کو وہ دنیا میں جانتا پہچانتا تھا اور سلام کہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور اُس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔

بخاری اس کے رد میں یہ کہتے ہیں کہ لوگ مردہ کو دُنیاوی قبر میں ہر وقت ہوشیار اور جاگتا ہوا مانتے ہیں حالانکہ وہ برزخ میں بھی اکثر اوقات سو رہا ہوتا ہے۔ سوال وجواب کے بعد اس سے کہہ دیا جاتا ہے کہ آرام سے سوجا (نَم صَالِحًا) اور پھر صرف صبح وشام ہی اُسے اپنا جنت کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، ہر وقت وہ بیدار نہیں رہتا۔

يُؤتى احدكم فيقال لهٗ ما علمك بهذا الرجل فاما المؤمن او قال الموقن شكّ هشامٌ فيقول هو رسول الله صلى الله عليه هو محمد جاءنا بالبيّنات والهدىٰ فاٰمنا واجبنا واتبعنا وصدّقنا فيقال لهٗ نم صالحًا قد كنا نعلم إن كنت لمؤمنًا به

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتے آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تجھے اُس شخص کے بارے میں کیا علم ہے۔ پس مومن، یا ہشام راوی نے کہا کہ یقین رکھنے والا موقن کہتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ کھلی کھلی نشانیاں اور راہ ہدایت لے کر ہمارے پاس آئے ہیں پس ہم ایمان لائے اور ان کی پکار پر لبیک کہی۔ ہم نے ان کی پیروی اور ان کی تصدیق کی۔ اب اس سے کہا جاتا ہے کہ آرام سے سوجا۔ ہم جانتے تھے کہ تو ان پر ایمان لانے والا تھا۔

(ترجمہ: عبارت صفحہ ۱۲۶ جلد ۱ صحیح البخاری)

بَابُ الْمَیِّتِ یُعْرَضُ عَلَیْہِ مَقْعَدُہٗ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیلُ قَالَ حَدَّثَنِی مَالِکٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَیْہِ مَقْعَدُہٗ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ اِنْ کَانَ مِنْ اَہْلِ الْجَنَّۃِ فَمِنْ اَہْلِ الْجَنَّۃِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَہْلِ النَّارِ فَمِنْ اَہْلِ النَّارِ فَیُقَالُ ہٰذَا مَقْعَدُکَ حَتّٰی یَبْعَثَکَ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (فوٹو)

ترجمہ: **باب** : میت پر اُس کا ٹھکانا صبح وشام پیش کیا جاتا ہے۔

۔۔۔عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی وفات پا جاتا ہے تو اُس کا ٹھکانہ صبح وشام اُس پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے تو جنت کا ٹھکانہ اور اہل دوزخ میں سے ہو تو دوزخ کا ٹھکانا۔ پھر کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا وہ آخری مقام، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھ کو جلائے (اور تو اس میں داخل ہو)

(ترجمہ: عبارت صفحہ ۲۴۳ فتح الباری شرح بخاری المجلد ۳ وصفحہ ۱۸۴ جلد ا بخاری مطبوعہ دہلی)

اس کے بعد یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر جا کر جو دُعا بتائی ہے اس میں خطاب کا صیغہ ''یا'' ہی تو ہے: اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُور۔ اگر قبر والے زندہ نہیں ہیں، اور دُنیا والوں کا سلام نہیں سن سکتے تو یہ صیغہ کیوں استعمال کرنے کا حکم دیا گیا۔ پھر اس بات کی تائید ابن کثیر کی اس عبارت سے کی جاتی ہے:۔

وقد شرع السلام على الموتى ، والسلام على من لم يشعر ولا يعلم بالمسلم محال وقد علم النبي ﷺ أمته إذا رأوا القبور أن يقولوا سلام عليكم أهل الديار من المؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون يرحم الله المستقدمين منا ومنكم والمستأخرين نسأل الله لنا ولكم العافية ، فهذا السلام والخطاب والنداء لموجود يسمع ويخاطب ويعقل ويرد وإن لم يسمع المسلم الرد والله أعلم

(فوٹو: عبارت صفحہ ۴۳۹، المجلد ۳ تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ: اور شرع نے مردوں پر سلام کا حکم دیا ہے اور اُس کو سلام کرنا جس کو شعور نہ ہو، اور جو سلام کرنے والے کو نہ پہچانے۔ ایسا حکم محال ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو سکھایا ہے کہ جب وہ قبروں کو دیکھیں تو یہ کہیں۔ تم پر سلام ہو اے اِن گھروں کے رہنے والے مومنو! ہم بھی تم سے آ کر ملنے والے ہیں انشاء اللہ۔ اللہ کی رحمت ہو ان پر جو ہم سے پہلے جا چکے ہیں اور جو تم سے پہلے جا چکے ہیں، اور جو ہمارے بعد آنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت طلب کرتے ہیں۔ پس یہ سلام خطاب اور ندا ہے اور اس موجود اور حاضر کے لئے ہے جو سنتا ہے اور جس کو مخاطب کیا جا سکتا ہے، جو سمجھتا ہے اور جواب دے سکتا ہے ہر چند کہ سلام کرنے والا اُس جواب کو نہ سنے۔

(ترجمہ: عبارت تفسیر ابن کثیر صفحہ ۴۳۹، جلد ۳)

اس بات کا جواب دوسری طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ یہاں ''یا'' حاضر کے خطاب کے لئے نہیں بلکہ دُعا کے لئے ہے جیسے ہم ہر نماز میں تشہد پڑھتے ہیں اور ''السّلام علیک ایّھا النّبیّ'' کہتے ہیں۔ یہ بھی تو خطاب

کا صیغہ ہے۔ مگر اس سے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوں۔ ہر ایک جانتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ کی بارگاہ میں ایک دُعا ہے اور اس کا نفع اللہ کے پاس سے پہنچ کے رہتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے گذر چکا ہے۔

ان سارے دلائل کے سننے کے بعد سماع اور قبر میں حیات کا ماننے والا گروہ کہتا ہے کہ انکاری گروہ کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ ایک طرف یہ حضرات اِن لوگوں کی جرح وتعدیل کی کتابوں کو اپنی حمایت میں بھی لاتے ہیں، اور دوسری طرف اُن کے عقائد کو غلط بھی کہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ صدیاں گذر گئیں کہ دنیاءِ اسلام کی اکثریت مرنے والوں کو قبر میں زندہ اور سماع کا مالک مانتی چلی آئی ہے۔ بتایا جائے کہ ایسا کیوں ہوا۔ اور کیوں علماء نے اس کے خلاف آواز نہ اُٹھائی۔

اور آخر ابن کثیر کی تفسیر اور ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری جیسی کن دو کتابوں نے قرآن اور حدیث کی خدمت کی ہے۔

اس اعتراض کی ایک ایک بات کا دوسرا گروہ جواب یوں دیتا ہے کہ جن جرح وتعدیل کی کتابوں کے حوالے پیش کیئے گئے ہیں وہ ان حضرات کی اپنی کتابیں نہیں ہیں بلکہ انہوں نے سلف کی کتابوں کا جو کم یاب اور طویل تھیں صرف اختصار پیش کیا ہے اور بس۔ باقی جہاں وہ قلتُ (میں کہتا ہوں) کہہ کر عبارت لاتے ہیں وہ سلف کی جرح کی شدت کو کم کرنے یا ختم کرنے اور اپنے عقیدہ کی حفاظت ہی کے لئے ہوتی ہے۔

رہی یہ بات کہ صدیاں گذر گئیں اور لوگوں نے ان غلط عقائد کے خلاف آواز کیوں نہ اُٹھائی تو حقیقت یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک گروہ ایسا ضرور موجود رہا ہے جس نے ان منکر روایتوں اور ان روایتوں کے بھروسے پر عقیدہ کی عمارت تعمیر کرنے والوں پر تنقید کی ہے، مگر ان کی آوازیں ہوا میں بکھر گئیں، اور نبیؐ کے ساتھ محبت کے غلو، اور دوسرے حضرات کی بے پناہ شہرت کے زیر اثر ان کے ساتھ عقیدت مندی نے ایک نہ چلنے دی۔ بے اصل روایتوں کی تائید میں قرآن کریم کی محکم آیات کی تاویلیں کی گئیں۔ اور متشابہات کو اپنی حمایت میں لا ڈالا گیا۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ابن کثیر کی تفسیر اور ابن حجر عسقلانی کی شرح نے وہ کام کیا جو کسی سے بن نہ پڑا تو اِس کا جواب یہ ہے کہ کاش قرآن اور حدیث کو اُن کے اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا ہوتا۔

آخر میں قبر میں حیات اور عرضِ اعمال پر مُصر گروہ ایک انتہائی جرأت مندانہ قدم اُٹھاتا ہے اور ابن تیمیہ کا فیصلہ لا کر ثابت کرتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ صحیح نہیں تھا صحیح عقیدہ کے مالک تو امام احمد بن حنبل ہی تھے جو سماع اور حیات فی القبر کا اثبات کرتے ہیں، اور دلیل میں ابن تیمیہ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے:۔

قال ابن تیمیۃ رح فی کتاب الانتصار للامام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وانکار عائشۃ رض سماع اھل القلیب الکفار معذورۃ فیہ لعدم بلوغھا النص وغیرھا لایکون معذورًا مثلھا لان ھذہ المسئلۃ صارت معلومۃ من الدین بالضرورۃ انتھیٰ (المنحۃ الوھبیۃ ص ۱۳)

امام ابن تیمیہؒ نے امام احمدؒ کی نصرت میں جو کتاب لکھی ہے (جس کا نام الانتصار للامام احمدؒ ہے) اس میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے قلیب بدر کے کفار کے سماع کا جو انکار کیا ہے وہ اس میں معذور ہیں کیونکہ وہ اس موقع پر موجود نہ تھیں اور ان کو یہ ارشاد نہیں پہنچا اور دوسرے اُن کی طرح معذور نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ مسئلہ ضروریاتِ دین کی طرح معلوم ہو گیا ہے۔

(فوٹو: صفحہ ۲۲۴ سماع الموتیٰ مصنفہ ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر)

عبارت ابن تیمیہ (المنحۃ الوھبیۃ صفحہ ۱۳، علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی)

اس بات کے جواب میں دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ابن تیمیہ کی یہ عبارت کہ اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ضروریات دین تک سے ناواقف اور عقیدہ کی خرابی میں مبتلا تھیں کیونکہ وہ سماع اور حیات فی القبر کا انکار کرتی تھیں۔ اور امام احمد بن حنبل کا عقیدہ صحیح تھا جو سماع اور حیات فی القبر کے اقراری تھے ایک ایسی جسارت ہے جس کے تصور کی بھی ہم اپنے اندر سکت نہیں پاتے جواب کیا دیں گے۔ اس کا جواب تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔

ہمارے لئے تو توحید خالص ہی بس ہے اور اُس کے اثبات کے لئے قرآن کریم اور صحیح احادیث کافی ہیں۔ اسی توحید خالص کے ذریعہ اس ملت کی اصلاح بھی ممکن ہے اور ساری دنیا کی بھی۔ اس کے علاوہ کوئی اور راہ نہیں۔

اس لئے ہمارا اعلان ہے کہ ہم عائشہ رضی اللہ عنہا، امام ابوحنیفہ اور امام بخاری کے ہم عقیدہ ہیں۔ رہا کسی اور کا معاملہ تو۔۔۔۔۔۔ فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے۔

آخر میں ہماری پکار یہ ہے کہ:

کیا کوئی ایسا ہے جو شرک کو مٹانے اور توحید خالص کو پھیلانے کے لئے ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہو؟ اور۔۔۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرامؓ کے نقوش قدم کی رہنمائی میں باطل کو مٹا کر حق کے قیام کیلئے ہمارے ہمسفر بنیں؟

اجماعِ صحابہؓ

یہ دُنیا سے روانگی جس کو موت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ہر فردِ بشر کیلئے مقدر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جب بعض حضرات کو یہ خیال ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر موت طاری نہیں ہو سکتی تو ابو بکر صدیقؓ نے تقریر فرمائی اور کہا کہ:

أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ وَقَالَ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ الخ (الزمر ۳۰)
وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ
إِلَى ...... الشَّاكِرِينَ۔ (آل عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: سن لو کہ جو محمدؐ کو پوجتا تھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو موت آ گئی اور جو اللہ تعالیٰ کا پجاری تھا اُسے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ زندۂ جاوید ہے اُسے موت نہیں، پھر ابو بکر صدیقؓ نے قرآن کی یہ دو آیتیں پڑھیں (۱) اے محمدؐ تم کو بھی موت آنی ہے اور یہ لوگ بھی مرکے رہیں گے (الزمر ۳۰) (۲) محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر گئے ہیں پس کیا اگر یہ مر جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم اُلٹے پیروں پھر جاؤ گے۔ (آل عمران ۱۴۴) (بخاری ۵۱۷)

ابو بکرؓ کے اس خطبہ کا یہ اثر ہوا کہ سارے صحابہؓ کو نبیؐ کی موت کا یقین آ گیا اور اُن کی زبان پر یہ آیتیں جاری ہو گئیں۔ وفات نبیؐ کا مسئلہ ایسا عظیم الشان مسئلہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کے سب سے بڑے دو ولیوں کے ذریعہ اس پر ''اجماع'' کروا دیا۔ کوئی دوسرا مسئلہ ایسا نہیں ہے جس پر ایسا اجماع ہوا ہو، اور وجہ بھی ظاہر ہے کہ حیات بعد الممات ہی ایسا اعتقاد ہے جو شرک کی اصل جڑ ہے۔ (یہ مزار یہ میلے صفحہ ۱۱،۱۲)